# Al-Azhār

**Volume 7, Issue 1 (Jan-June, 2021)**

**ISSN (Print): 2519-6707**

Issue: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/49

URL: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/49

Article DOI: https://doi.org/ 10.46896/alazhr.v7i01.12


**Title** Paradoxes in the preferred proofs and the methodology of the scholars of rationale: A critical study of the opinions of Imam Abu Hatim


**Author (s):** Abdul Qadir Abdul Wahid, Muhammad Imran



**Received on:** 29 June, 2020

**Accepted on:** 29 May, 2021

**Published on:** 25 June, 2021

**Citation:** Abdul Qadir Abdul Wahid, Muhammad Imran , "Paradoxes in the preferred proofs and the methodology of the scholars of rationale: A critical study of the opinions of Imam Abu Hatim ," Al-Azhār: 7 no, 1 (2021): 78-93

**Publisher:** The University of Agriculture Peshawar


Click here for more

# تعارض قرائن ترجیح اور ائمہ علل کا اسلوب

## "امام ابو حاتم کی آراء کا اختصاصی مطالعہ"

# Paradoxes in the preferred proofs and the methodology of the scholars of rationale: A critical study of the opinions of Imam Abu Hatim

* ڈاکٹر عبد القادر عبد الواحد

** ڈاکٹر محمد عمران

**Abstract:**

*Elal Hadith is a very complex and important subject of the Hadith Sciences, in which the issues of deficiencies in the texts and the chain of narrators are usually discussed.*

*To get rid of these differences, the Scholars have introduced some weighting clues, in the light of which one side is preferred in case of differences. Usually there is a conflict among the scholars in the weighting clues, due to which sometimes one scholar seems to prefer one chain of transmission while the other scholar seems to prefer another chain of transmission of the same Hadith.*

*In this study, the same weighting clues of the scholars has been discussed and a special study of the views of Imam Abu Hatim has been presented in which he has contradicted the views of other Imams in weighting/ giving preference in the form of disagreements in texts and chains of transmissions and a different transmission is preferred.*

***Key words:*** *Hadith Sciences, Elal Hadith, weighting clues, chain of transmission*

* اسسٹنٹ پروفیسر (اعزازی) بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی-اسلام آباد

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، شیخ زید اسلامک سنٹر- پشاور

إنَّ الحمدَ لله، نحمدُهُ ونستعينهُ، ونستغفرهُ، ونعوذُ باللهِ من شرور أنفسنا، وسيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن مُحَمَّدا عبده ورسوله ﷺ.

درحقیقت شریعت مطہرہ میں نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال و تقریرات کو کتاب اللہ کے بعد دوسرے درجہ کی اہمیت حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے کتاب اللہ کی حفاظت کے ساتھ ساتھ سنت نبویہ کی بھی حفاظت کے لئے وقتاً فوقتاً رجال امت کھڑے کئے، اور اپنے خصوصی فضل و کرم کے ذریعے احادیث نبویہ کی حفاظت کے لئے حفاظ کرام، علماء عظام اور اس علم کے ناقدین کا ظہور فرماتے رہے جو کہ نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال میں ہر قسم کی تحریف کے مقابل سینہ سپر ہو کر کھڑے رہے، اپنی علمی استعداد کی بدولت اپنے اپنے زمانہ کے وضاعین کی کوششوں کے خلاف نبرد آزما رہے اور احادیث نبویہ میں کسی قسم کی کجی نہیں آنے دی اور نہ ہی ان میں کسی قسم کی کھوٹ و ملاوٹ کو آنے دیا، انہوں نے اپنی زندگیاں اس کام کے لئے تیاگ دیں لیکن احادیث نبویہ پر کسی قسم کی آنچ آنے نہ دی، اور تمام اقوال و افعال رسول ﷺ کو محفوظ طریقے سے آنے والوں تک پہنچایا، انہی کی مساعی کی بدولت ہمارے پاس آج احادیث نبویہ کا ایک عظیم الشان ذخیرہ موجود ہے کہ اگر اس کی جمع و تدوین کے بارے میں غور و خوض کیا جائے تو معلوم پڑتا ہے کہ انہوں نے انتہا درجے کی جہد و مشقت کے ذریعے یہ ذخیرہ مرتب کیا، تدوین و ترتیب میں صبر آزما طوالت کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا، اس احادیث نبویہ سے علمی و فقہی احکامات کا استنباط کرنے کے لئے اسفار کئے، ان میں سے صحیح و ضعیف کی پہچان کے لئے اصول و ضوابط مقرر کر کے ان کی تطبیق کرتے ہوئے ہمارے لئے صحیح و ضعیف روایات الگ الگ مرتب کیں، اس تمام تفصیل سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ احادیث نبویہ کی اس عظیم الشان خدمت کے لئے ہر ہر فن کے لئے الگ الگ صفات سے متصف علماء کا ظہور ہوتا رہا جو اپنے اپنے میدان کا ماہر مانا جاتا تھا، انہیں میادین میں سے ایک اہم میدان اور قابل قدر فن "علل الحدیث" ہے، جس کا احادیث نبویہ کی حفاظت میں یقیناً ایک بہت بڑا کردار ہے، ان ائمہ کی مساعی کا گہرا تجزیاتی مطالعہ ہمیں اس بات پر مجبور پاتا ہے کہ انہوں نے درجہ بدرجہ احادیث پر نقد میں کمال حاصل کیا اور کسی بھی ایک روایت کے مختلف متعدد طرق میں سے علت کو تلاش کرنے کے واسطے اسانید کا گیرائی و گہرائی سے مطالعہ کر کے ان کے راویوں کی غلطیوں اور اوہام کو اجاگر کر کے ان روایات میں علتوں کی نشاندہی کی اور ثقات کی روایات کو الگ کر کے امت کے سامنے پیش کیا، یہ کوئی آسان کام نہیں تھا بلکہ انتہائی طویل اور صبر آزما تحقیق کا نتیجہ تھا، انہی امور کی بناء پر

اس علم العلل کی محدثین کے نزدیک کافی اہمیت پائی جاتی ہے، جو کہ اس علم کے ائمہ وماہرین کے اقوال سے بھی بخوبی معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ امام عبد الرحمن بن مہدی فرماتے ہیں " لأنْ أعرف علةَ حديثٍ-هو عندي- أحب إليّ من أنْ أكتب عشرين حديثاً ليسَ عندي"، مزید فرماتے ہیں " إنكارُنا للحديثِ عِند الجهّال كِهانة"، اسی طرح علی بن المدینی فرماتے ہیں " ربما أدركتُ علةَ حديثٍ بعد أربعين سنة "[1]۔ مزید عبد الرحمن بن أبی حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد أبو حاتم سے سنا کہ وہ فرمارہے تھے کہ میں اور أبو زرعہ ایک دن احادیث کے بارے میں گفتگو کررہے تھے جس کے ضمن میں وہ احادیث کے ساتھ ساتھ ان کی علل بھی ذکر کرتے، اسی طرح میں بھی احادیث ذکر کرکے ان میں موجود غلطیوں اور شیوخ کے اوہام کو بیان کر رہا تھا، اسی اثناء میں أبو زرعہ نے مجھے کہا کہ اے أبو حاتم! بہت کم لوگ ایسے ہیں جو کہ ان امور کو جانتے ہیں، یہی اس علم وفن کی عزت وعظمت کی دلیل ہے، اگر یہ علم اٹھالیا گیا تو بہت ہی قلیل تعداد میں ان کے علم ماہرین پائے جائیں گے، اگر مجھے کسی حدیث میں کوئی شک ہوجائے تو اس وقت تک مجھے تسلی نہیں ہوتی جب تک آپ سے ملاقات نہ کرلوں، آپ کے علاوہ کوئی میری تشفی نہیں کرواسکتا، أبو حاتم نے کہا کہ یہی حال میرا بھی ہے[2]۔

ان ائمہ کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی اس فن کی جلالت شان واہمیت کے بارے میں اقوال صادر فرمائے ہیں جن میں " الحاكم أبو عبد الله"، " الخطيبُ البغدادي"، " ابنُ الصلاح"، " ابنُ تيمية "، " ابن القيم "، " ابنُ رجب " اور " ابنُ حجر " شامل ہیں[3]۔

ان ائمہ کے اقوال کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس علم کی اہمیت کے کئی اسباب ہیں جن میں اس علم کے ماہرین وعلماء کا تعداد میں قلیل ہونا اور اس علم ہی کے اوپر کسی بھی روایت کی تصحیح وتضعیف کا مدار ہونا سر فہرست ہیں۔

تاہم یہاں اس بات کی تنبیہ ضروری ہے کہ بعض متقدمین علماء ومحدثین کے اقوال سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ یہ علم اللہ جل شانہ کی طرف سے الہام کیا جاتا ہے اور اسے بطور ودیعت عطا کیا جاتا ہے نہ کہ اس علم کا اکتساب کیا جاتا ہے، جیسا کہ امام ابن أبی حاتم کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ فرمارہے تھے کہ میرے پاس اہل الرائے کے عظماء میں سے ایک آدمی تشریف لائے اور ان کے پاس ایک رجسٹر تھا جو انہوں نے میرے سامنے رکھا، جس میں احادیث تھیں جن میں سے بعض کے بارے میں میری رائے یہ تھی کہ یہ غلط ہیں اور بعض کو باطل قرار دیا، جب کہ بعض دیگر احادیث کو منکر ٹھہرایا اور بعض دیگر کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیا۔ اس شخص نے اس ساری تفصیل کے بعد مجھ سے پوچھا کہ آپ کو کیسے یہ

علم ہوا کہ یہ احادیث باطل، منکر یا جھوٹ ہیں، کیا آپ کو کسی راوی نے خبر دی ہے کہ فلاں فلاں روایت غلط یا جھوٹ ہے؟ یا پھر آپ غیب کا دعویٰ کرتے ہیں؟ اور تعجب کا اظہار کیا جس پر امام أبو حاتم نے فرمایا کہ ہم یہ احکام اندازہ سے بیان نہیں کرتے بلکہ فہم و معرفت کے ذریعے بیان کرتے ہیں جو کہ ہمیں عطا کیا گیا ہے جیسا کہ دینار کو سنار کے پاس لے جایا جائے تو وہ کھرے اور کھوٹے کو بخوبی پہچان سکتا ہے، اگر اس سے پوچھا جائے کہ کیا یہ دینار بناتے وقت آپ موجود تھے؟ یا آپ کو اس دینار کے بنانے والے نے باخبر کیا ہے؟ جس پر اس کا جواب نہیں میں ہوتا ہے۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ مجھے اس بارے میں مہارت و علم حاصل ہے۔ تو اسی طرح احادیث کا علم و معرفت بھی علماء و محدثین کو ودیعت کیا گیا ہوتا ہے[4]۔ اسی طرح ابو زرعہ سے منقول ہے کہ وہ اس علم کو الہام سے تعبیر کرتے تھے[5]۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ علم الہام نہیں ہے اور نہ ہی غیبی طور سے ودیعت کیا جاتا ہے بلکہ عبد الرحمن بن مہدی کے مذکورہ قول " إنكارُنا للحديثِ عِند الجهّال كِهانة" کے مطابق یہ نہ علم ہے نہ الہام۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ علم آسانی سے حاصل نہیں ہوتا اور نہ سہولت کے ساتھ اس پر مطلع ہوا جاسکتا ہے، بلکہ محدثین نے اس علم کے حصول کے لئے مشقت سے بھرے اسفار کئے اور شیوخ کی احادیث کا مکمل طریقہ سے استقصاء کیا، اور راویوں کے حالات کا تجزیہ کرکے ان امور پر معرفت حاصل کی۔

بلکہ کسی بھی ایک روایت کے تمام طرق کو جمع کرنے کے بعد اور ان کا مقارنہ کرنے کے بعد اس بات پر قادر ہوئے کہ وہ احادیث میں علل کو بیان کر سکیں[6]۔

عموماً ہم کتب حدیث میں محدثین کو دیکھتے ہیں کہ وہ کسی بھی روایت کی علت بیان کرتے ہوئے اس کا سبب بیان نہیں کرتے، کیونکہ وہ سبب ایسا ہوتا ہے کہ جس پر ہر کس و ناکس مطلع نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اسے سمجھ سکتا ہے۔ بسا اوقات کوئی محدث کسی روایت کے بارے میں علت کا حکم صادر فرماتے ہیں لیکن اس علت کا سبب انہیں بعد میں معلوم ہوتا ہے جیسا کہ امام أبو حاتم کا یہ قول " وأول ما رأيت حديث ابن عبدالحكم استغربناه، ثم تبيَّن لي علته "[7]، اسی اسلوب کے مطابق محدثین اپنے وسیع علم و تجربہ کی بدولت اور احادیث کے ساتھ گہری ممارست کے نتیجے میں کسی طریق کے بارے میں علت کا حکم صادر فرماتے تھے اور بعد میں انہیں اپنے اس حکم کے بارے میں صواب یا خطا کا علم یقینی طور سے حاصل ہوتا تھا۔ جیسا کہ انہیں أبو حاتم کا أم سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث " مَن صلى اثنتي عشرة ركعة، بُنِي له بيت في الجنة" کے بارے میں قول تھا کہ " هذا خطأ"، تاہم جب ان سے غلطی کے منبع کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا" لا أدري"[8]۔

اسی طرح أبو زرعہ رازی سے حدیث کی علت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے حدیث کو ضعیف قرار دینے کے بعد اس کی علت سے لاعلمی کا اظہار کیا[9]۔

اگر کوئی امام کسی بھی روایت میں کوئی علت بیان کرے اور اس کے بارے میں کسی دوسرے محدث سے کسی قسم کا اختلاف منقول نہ ہو تو اس کی تعلیل کو قبول کیا جائے گا جیسا کہ محدث کی بتلائی گئی تصحیح کو قبول کیا جاتا ہے، تاہم جب ائمہ علل کا آپس میں ان علل کے صدور میں اختلاف واقع ہو جائے تو پھر قواعد و قرائن ترجیح کو استعمال میں لایا جاتا ہے اور ان میں سے کسی ایک طریق کو ترجیح دی جاتی ہے۔

زیر نظر بحث میں ائمہ علل کے انہی اختلافات کا بیان کیا جائے گا جس میں ان روایات کا تحقیق جائزہ لیا جائے گا جن کے بارے میں ائمہ کا آپس میں اختلاف واقع ہوا ہے خصوصاً امام أبو حاتم کی آراء کا تنقیدی جائزہ لیا جائے گا جن کے مطابق وہ کسی بھی دوسرے امام کی مخالفت کرتے ہوئے علت حدیث کے بارے میں اپنا تفرد پیش کرتے ہیں، اور ان کی رائے کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے گا۔

ان میں پہلی روایت أبو سعید خدری کی " أن النبي (□) كان يرخص في الحجامة والمباشرة للصائم " ہے، یہاں أبو حاتم اس روایت کو أبو سعید کا قول قرار دیتے ہیں جب کہ امام أبو زرعہ نے بھی ان کی موافقت کی ہے[10]، جب کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے مرفوع قرار دیا ہے[11]۔ مذکورہ روایت امام نسائی، امام ابن خزیمہ اور امام بیہقی نے اپنی اپنی کتب میں نقل کی ہے[12]۔

درحقیقت یہاں ان دونوں ائمہ علل کے مابین اختلاف اس بناء پر وقوع پذیر ہوا ہے کہ اسانید میں اختلاف کی صورت میں علماء العلل قرائن ترجیح کو زیر بحث لا کر کسی بھی روایت کے مختلف طرق میں ترجیح ڈھونڈتے ہیں اور انہی قرائن کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی ایک طریق کو راجح قرار دیتے ہیں، یہاں مذکورہ روایت کی سند میں مدار سند " حميد بن أبي حميد الطويل " کے شاگردوں کے مابین اختلاف واقع ہوا ہے، جس کی رو سے بعض شاگرد اس روایت کو مرفوع نقل کرتے پائے گئے جب کہ بعض دیگر شاگرد اس روایت کو أبو سعید کا قول ٹھہراتے ہیں۔ دیکھا جائے تو جو شاگرد اس روایت کو أبو سعید کا قول قرار دیتے ہیں وہ " حميد الطويل " کے ثقہ شاگرد ہیں جن میں قتادۃ بن دعامہ[13] کے ساتھ ساتھ بشر بن المفضل، ابن أبی عدی اور إسماعیل بن علیہ شامل ہیں[14]۔

اس سب حفاظ و متقنین راویوں کے مد مقابل جو راوی اس روایت کو مرفوع نقل کرتے پائے گئے ہیں وہ" إسحاق بن يوسف الأزرق "ہیں[15]، اور اسحاق کے بارے میں أبو حاتم و أبو زرعہ کا قول موجود ہے

کہ انہیں اس حدیث میں وہم لاحق ہوا ہے[16]۔

اسحاق کے وہم کے باوجود امام العلل امام دار قطنی اس روایت کے مرفوع طریق کی ترجیح کے قائل ہیں، اور اسے مرفوع قرار دیتے ہیں، اس سلسلے میں امام أبو حاتم ظاہری طور سے قرائن ترجیح میں سے ایک اہم قرینہ یہاں لاگو کرتے ہیں جسے "التثبت والاتقان" سے تعبیر کیا جاتا ہے، کہ اختلاف اسانید کی صورت میں جن راویوں کا حفظ وضبط اعلیٰ معیار کا ہو تو ان کے طریق کو ترجیح دی جائے گی، جب کہ امام دار قطنی نے ان کی رائے کے متوازی ایک دوسری رائے قائم کی ہے جس کے مطابق مذکورہ روایت میں ثقات نے زیادت کرتے ہوئے اسے مرفوع ذکر کیا ہے اور محدثین "زيادة الثقة "کو مقبول مانتے ہیں۔

ان کے مطابق اس حدیث کے مرفوع بیان کرنے میں "معتمر بن سليمان "[17] نے اسحاق کی متابعت کی ہے، امام دار قطنی نے اپنی معرکتہ الآراء کتاب میں اس حدیث کے مرفوع و موقوف دونوں طرق تفصیل سے ذکر کئے ہیں، اور مختلف شیوخ سے رفع ووقف میں ان کے شاگردوں کا اختلاف ذکر کیا ہے، تاہم بعض مقامات پر انہوں نے مرفوع روایت ذکر کرنے والوں کی طرف وہم کی نسبت بھی فرمائی ہے، اس کے باوجود وہ یہ کہتے پائے گئے ہیں کہ جن راویوں نے اس حدیث کا مرفوع ہونا بیان کیا ہے وہ ثقات ہیں اور ثقات کی کسی بھی روایت میں زیادت کو قبول کیا جاتا ہے[18]، تاہم دیگر ائمہ علل نے یہاں اس صورت میں امام دار قطنی کی بالکل متابعت نہیں فرمائی، بلکہ انہوں نے امام ابو حاتم کی متابعت کرتے ہوئے اس روایت کے موقوف طریق کو راجح قرار دیا ہے، جن میں امام أبو زرعہ[19]، امام بخاری[20]، امام ترمذی[21]، نسائی[22] اور ابن خزیمہ[23] شامل ہیں۔

ان ائمہ کی متابعت کی وجہ سے ہم یہ کہنے میں بالکل بھی تأمل نہیں کریں گے کہ جب قرائن ترجیح میں سے کوئی قرینہ موجود ہو تو اختلاف اسانید کی صورت میں محدثین اسے ہی بروئے کار لاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تثبت واتقان کے قرینہ کو دیکھتے ہوئے موقوف روایت کو راجح قرار دیا ہے۔ اور یہاں کسی صورت میں بھی ثقات کی زیادات کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی اور نہ ہی اس بناء پر ان کی روایت میں زیادت کی طرف التفات کیا جائے گا، واللہ أعلم۔

2۔ اگلی روایت جس میں اختلاف اسانید کی صورت میں ترجیح دیتے ہوئے امام ابو حاتم نے دیگر علماء العلل سے اختلاف فرمایا ہے وہ أبو أیوب أنصاری کی مرفوع روایت ہے، فرماتے ہیں:" أن رسول الله (ص) قال: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فلا يدخل الحمام إلا بمئزر، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر من نسائكم، فلا تدخلن الحمام"، مذکورہ روایت کے مدارِ سند" يحيى بن أيوب "ہیں جن سے روایت کرتے وقت ان کے شاگرد اختلاف میں واقع ہوئے، اور عبد اللہ بن وہب نے یہ روایت اپنے شیخ" يحيى بن أيوب "سے روایت کرتے وقت سند اس طریقے سے ذکر کی ہے:

" عبد الله بن وهب - يحيى بن أيوب - يعقوب بن إبراهيم بن عبد الله بن حنين - محمد بن ثابت بن شرحبيل- عبد الله بن يزيد - أبو أيوب الأنصاري - رسول الله ﷺ "[24]۔

جب کہ یہی روایت" يحيى بن أيوب "سے ان کے دیگر دو شاگرد کچھ اس طریقے سے بیان کرتے ہیں: الليث بن سعد وعمرو بن الربيع ابن طارق - يحيى بن أيوب - يعقوب بن إبراهيم بن عبد الله بن حنين- محمد بن ثابت بن شرحبيل- عبد الله بن سويد الخطمي - عن أبي أيوب – النبيﷺ[25]۔

ان دونوں اسانید میں سے امام ابو حاتم رحمہ اللہ لیث بن سعد اور عمرو بن الربیع کے ذکر کردہ طریق کو راجح قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:" عبد الله بن سويد أشبه "[26]۔

جب کہ ابن أبی حاتم نے اُن کی مخالفت کرتے ہوئے عبد اللہ بن وہب کے طریق کو ترجیح دی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اختلاف اسانید کی صورت میں عموماً محدثین قرائن ترجیح کو زیر بحث لاتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ کسی بھی طریق کو ترجیح دیتے ہیں، یہاں بظاہر امام أبو حاتم نے "تعدد و کثرت" کے قرینہ کو ترجیح دیتے ہوئے لیث اور عمرو بن الربیع کی سند کو راجح قرار دیا ہے، یہاں در حقیقت امام أبو حاتم کا قول ہی راجح معلوم ہوا ہے کیونکہ انہوں نے محدثین کے مشہور اسلوب کے مطابق تعدد رواۃ کے قرینہ کو ترجیح دی ہے، اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے جس طریق کو ترجیح دی ہے ان میں لیث بن سعد بھی شامل ہیں، اور لیث بن سعد یحیی بن أیوب کے شاگرد ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے اقران میں بھی شامل تھے[27]، لہذا ترجیح کے لئے ایک مزید قرینہ بھی امام أبو حاتم کے قول کی طرف متوجہ معلوم ہوتا ہے، اس تفصیل سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ امام أبو حاتم کی ذکر کردہ ترجیح ہی أصوب ہے، اگرچہ امام ابن أبی حاتم نے جس طریق کو ترجیح دی ہے اس کے راوی بھی ثقہ ہیں اور اہل مصر میں سے ہیں جیسا کہ یحیٰی بن أیوب مصر سے تعق رکھتے تھے[28]، واللہ أعلم۔

3۔ اگلی روایت جس میں اختلاف اسانید کی صورت میں ترجیح دیتے ہوئے امام أبو حاتم اور امام أبو زرعہ نے قرائن ترجیح زیر بحث لاتے ہوئے مخالفت کی ہے، وہ جمعہ کے بارے میں مرفوع روایت " إذا كان يوم الجمعة، فاغتسل الرجل وتطيب ولبس من خير ما يجد، ثم خرج إلى الصلاة، ولم يفرق بين اثنين، ثم استمع للإمام غفر له ما بين الجمعة إلى الجمعة وزيادة ثلاثة أيام "[29] ہے، مذکورہ روایت کی سند کے بارے میں پوچھتے ہوئے امام ابن أبی حاتم نے امام أبو حاتم و أبو زرعہ کے سامنے سند کچھ اس طریقے سے ذکر کی" سليمان بن بلال - صالح ابن كيسان- سعيد المقبري- أبيه- أبي هريرة - النبي ﷺ"۔جب کہ دونوں أئمہ نے اس سند کو راوی کی غلطی سے تعبیر کرتے ہوئے اس سند میں اپنی اپنی آراء پیش کیں، اور اس ضمن میں روایت کا مخرج دونوں نے الگ الگ قرار دیا جو کہ کچھ اس طریقے سے ہے:

" ابن عجلان - سعيد المقبري – أبيه - عبد الله بن وديعة - أبو ذر"۔

" ابن أبي ذئب - سعيد المقبري – أبيه - عبد الله بن وديعة - سلمان الخير "[30]۔

یہاں دونوں أئمہ نے أبو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کو مکمل طور سے غلط قرار دیا، جس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے بھی کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ وہ راوی جنہوں نے اس روایت کا مخرج أبو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے وہ ثقات کی ایک معروف جماعت ہے، تاہم انہیں اس سند میں اوہام کا سامنا کرنا پڑا ہے، کیونکہ یہ سند روایت کرتے وقت وہ معروف سند کی طرف مائل ہو گئے تھے جو کہ " سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أو عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ" ہے۔جب کہ" سعيد، عن أبيه، عن ابن وديعة، عن سلمان "والی سند اس مقام پر سلسلہ غریبہ میں شمار ہوتی ہے اور محدثین کی اصطلاح کے مطابق ایسے مقام پر یہ سند وہی راوی یاد رکھ سکتے ہیں جو کہ حفاظ و متقنین میں سے ہوں، یہی وجہ ہے کہ أبو زرعہ و أبو حاتم نے اول الذکر سند کو غلط قرار دیا۔

تاہم اس کے بعد دونوں أئمہ کا آپس میں اختلاف واقع ہوا ہے جس کے نتیجے میں أبو زرعہ نے ابن عجلان کی روایت کو صحیح قرار دیا جب کہ أبو حاتم نے ابن أبی ذئب کی روایت کو ترجیح دی، دونوں طرق کا آپس میں مقارنہ کیا جائے تو أبو حاتم کا قول راجح معلوم ہوتا ہے اور ابن أبی ذئب کی روایت ہی صحیح قرار دی جا سکتی ہے، کیونکہ اس کے لئے قرائن ترجیح کی ایک معتد بہ تعداد نظر آتی ہے جب کہ أبو زرعہ نے جس طریق کو راجح

قرار دیا ہے بظاہر اس کے لئے کسی قسم کا کوئی قرینہ نظر نہیں آرہا اور نہ ہی دیگر اَئمہ و محدثین نے ان کی تائید کی ہے، امام اَبو حاتم کے طریق کی وجہ ءترجیح میں سے اہم یہ ہیں:

1۔ ابن اَبی ذئب کی روایت اس وجہ سے راجح ہے کیونکہ اس طریق میں اُن کی متابعت کرنے والے ضحاک بن عثمان راوی موجود ہیں۔

2۔ یحییٰ بن معین کے مطابق سعید بن اَبی سعید المقبری کے بہترین شاگردوں کی فہرست میں ابن اَبی ذئب شامل ہیں جب کہ ابن عجلان اس فہرست میں ابن اَبی ذئب کے مرتبہ تک نہیں پہنچتے۔

3۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حفظ وضبط میں ابن عجلان درحقیقت ابن اَبی ذئب کا مقابلہ نہیں کرسکتے، لہذٰا ابن عجلان کے حافظہ کی خرابی کے ہوتے ہوئے ابن اَبی ذئب کی روایت کو مرجوح قرار دیتے ہوئے معلل نہیں ٹھہرایا جاسکتا[31]۔

4۔ اگلی روایت جس میں امام اَبو حاتم و اَبو زرعہ کا ترجیح دیتے وقت اختلاف واقع ہوا ہے وہ اَنس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں وہ نبی کریم ﷺ کا فعل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں" أنه صلى في ثوب واحد"۔

امام ابن اَبی حاتم نے مذکورہ روایت کے دو طرق ذکر کئے:

1۔" حماد بن سلمة وخالد الواسطي والأنصاري ومعتمر بن سليمان -حميد-أنس - النبي ﷺ"۔

2۔" يحيى بن أيوب – حميد – ثابت – أنس - النبي ﷺ"۔

یہاں اَبو حاتم نے مؤخر الذکر طریق کو ترجیح دیتے ہوئے یحییٰ بن اَیوب کے ذکر کئے گئے اضافہ کو صحیح قرار دیا اور سند میں "ثابت" کی موجودگی کو درست قرار دیا، تاہم ان کی اس ترجیح کے لئے کسی قسم کا کوئی قرینہ ہمیں کتب حدیث میں نہ مل سکا، اس کے برعکس امام اَبو زرعہ نے اول الذکر طریق کو ترجیح دیتے ہوئے سند کو بغیر "ثابت" کے صحیح قرار دیا، اور بظاہر ان کی اس ترجیح کے لئے قرینہ بھی موجود ہے اور وہ راویوں کی ایک ثقات جماعت کا حمید سے اس روایت کے ذکر کرنے میں مذکورہ راوی کو ذکر نہ کرنا ہے، تو جب "حمید" کے شاگردوں کی ایک معتدبہ جماعت جن میں امام ثوری اور معتمر جیسے ثقات شامل ہیں، وہ اگر روایت کو "ثابت" کے بغیر روایت کررہے ہیں تو یقیناً یہی طریق صحیح ہوگا، جب کہ یحییٰ بن اَیوب ضبط وحفظ میں ان راویوں کے درجہ تک بھی نہیں پہنچے ہوئے[32]، واللہ اَعلم۔

5۔ اگلی روایت جہاں اختلاف اسانید کی صورت میں ترجیح دیتے ہوئے امام أبو حاتم نے ائمہ علل کی مخالفت فرمائی ہے وہ ابن عباس کی روایت " عن النبي ﷺ قال: يقطع الصلاة المرأة الحائض والكلب "ہے، مذکورہ روایت کی سند ذکر کرتے ہوئے امام ابن أبي حاتم نے کچھ اس طریقے سے ذکر کی ہے:

شعبة – قتادة - جابر بن زيد - ابن عباس - النبي ﷺ۔

یحییٰ بن سعید القطان نے اس سند کے بارے میں اپنے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ امام شعبہ کا اس سند کو مرفوع ذکر کرنا ان کا وہم محسوس ہوتا ہے[33]، جب کہ امام أبو حاتم سے اس بابت استفسار کیا گیا تو انہوں نے اس مرفوع طریق کو صحیح قرار دیا[34]۔

تاہم جب اس سند کے دیگر طرق کی طرف بحث کو توسیع دی گئی تو مدارِ سند امام قتادۃ کے دیگر شاگرد اسے موقوف نقل کرتے پائے گئے جن میں سعید، ہشام اور ہمام شامل ہیں[35]، جہاں وہ اسے اس روایت کو ابن عباس کا قول قرار دیتے ہیں۔

اس اختلاف کی صورت میں قرائن ترجیح کی طرف رجوع کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سعید، ہشام اور ہمام کی روایت راجح قرار پاتی ہے کیونکہ وہ قتادۃ کے قریب ترین شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں اور قتادۃ کے شاگردوں کے مابین اختلاف کی صورت میں انہی تینوں کی بات کو حتمی درجہ دیا جائے گا حتیٰ کہ شعبہ بن الحجاج جیسے امام الحدیث کی قتادۃ سے روایت پر بھی ان کی روایت کو ترجیح دی جائے گی[36]۔

تاہم امام ابو حاتم نے جو امام شعبہ کے طریق کو ترجیح دی ہے بظاہر اس کے بارے میں کسی قسم کا کوئی قرینہ نظر نہیں آرہا، لہذٰا یہاں امام یحییٰ القطان کی رائے ہی اصول وضوابط کے لحاظ سے درست ٹھہرتی ہے، واللہ أعلم۔

اگلی روایت جس میں امام أبو حاتم رحمہ اللہ نے دیگر ائمہ علل کی مخالفت فرمائی ہے وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت " المكيال مكيال أهل المدينة ، والوزن وزن أهل مكة "ہے[37]۔ مذکورہ روایت کی سند ذکر کرتے وقت امام سفیان ثوری کے شاگردوں کے مابین اختلاف واقع ہوا ہے اور اس سند کو انہوں نے دو طرق سے نقل کیا ہے:

سفيان الثوري – حنظلة – طاووس – ابن عمر رضى الله عنه – النبي ﷺ .

سفيان الثوري – حنظلة – طاووس – ابن عباس رضى الله عنه – النبي ﷺ .

طریق اول کو روایت کرتے ہوئے امام ثوری کے چار شاگردوں نے آپس میں موافقت فرمائی ہے جن میں " أبو نعيم الفضل بن دكين "[38]، " محمد بن يوسف الفريابي "[39]، " إسماعيل بن عمرو الواسطي " [40]اور" قبيصة بن عقبة [41]"شامل ہیں۔

جب کہ طریق ثانی کے روایت کرنے والے صرف ایک ہی راوی ہیں جو کہ " أبو أحمد الزبيري "ہیں[42]۔

تمام راویوں کے حالات اور بحث و تمحیص کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ طریق اول ہی صحیح ہے، کیونکہ:

1۔ طریق أول کے راوی تعداد اور صفات میں طریق ثانی کے راوی سے بڑھے ہوئے ہیں، اور ان میں أبو نعیم بھی شامل ہیں جو کہ امام ثوری کے قریب ترین شاگردوں میں شامل ہیں[43]۔

2۔ طریق ثانی کے أبو احمد زبیری سے اس بات کا امکان ہے کہ انہوں نے طریق جادۃ پر چلتے ہوئے سند ذکر کر دی ہو گی کیونکہ طاؤس کی ابن عباس سے روایات بکثرت ہیں جب کہ ابن عمر سے روایات نسبتاً قلیل ہیں[44]، اسی طرح أبو أحمد کی طرف محدثین نے احادیث میں غلطی کا انتساب بھی کیا ہے خصوصاً امام ثوری کی احادیث میں ان سے غلطیوں کا صدور ہوا ہے، اور ممکن ہے کہ یہ بھی انہی میں سے ہو۔

3۔ اہل علم نے بھی اسی طریق اول کو ترجیح دی ہے جیسا کہ امام طبرانی اور امام دار قطنی کے اقوال اس پر شاہد ہیں[45]۔

امام أبو حاتم یہاں امام دار قطنی کی مخالفت کرتے ہوئے طریق ثانی کو ترجیح دیتے پائے جاتے ہیں[46]، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ امام أبو حاتم نے اس ترجیح کے لئے کسی قسم کا کوئی قرینہ ذکر نہیں کیا، جب کہ امام دار قطنی کی ذکر کی گئی ترجیح کے قرائن بالتفصیل اوپر گزر چکے، لہذا أبو حاتم کی ترجیح محل نظر ہے اور نا قابل قبول ہے۔

اسی طرح اگلی روایت جس میں امام أبو حاتم دیگر أئمہ علل سے اختلاف کرتے پائے گئے ہیں وہ عوف بن مالک أشجعی کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں "خرج رسول الله ﷺ فنظر في أفق السماء ، وقال : هذا أوان يرفع العلم ، فقال له زياد بن لبيد الأنصاري : وكيف يرفع العلم وفينا كتاب الله نعلمه أبناءنا ، ونساءنا ، ويعلمه أبناؤنا أبناءهم ونساءهم ؟. فقال النبي ﷺ :" ما ظننتك يا ابن لبيد إلا من فقهاء المدينة أو ليس التوراة ، والانجيل في يد أهل الكتاب فما أغنى عنهم " !.قال ابن حمير : قال جبير بن نفير: فلقيت شداد ابن أوس فحدثته بهذا الحديث فقال : وما حدثك بما يرفع العلم ؟ . قال : قلت : لا ، قال :" بموت العلماء وبدو ذلك أن يرفع الخشوع فلا ترى خاشعاً"[47]، مذکورہ روایت کا مدار سند "جبير بن نفير "ہے، جن سے

روایت کرتے وقت ان کے شاگردوں کا آپس میں اختلاف واقع ہوا ہے، اور اس روایت کے دو طرق نقل کئے گئے:

" الوليد بن عبد الرحمن الجرشي - **جبير بن نفير** - عوف بن مالك الأشجعي رضى الله عنه - شداد بن أوس رضى الله عنه"[48]۔

" عبد الرحمن بن جبير - **جبير بن نفير** - أبي الدرداء رضى الله عنه - عبادة بن الصامت رضى الله عنه"[49]۔

دونوں طرق کے نقل کرنے والے راویوں کے حالات کا مقارنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ طریق اول ہی راجح ہے کیونکہ:

1۔ طریق اول جبیر بن نفیر تک قوی سند کے ذریعے ہی پہنچتا ہے۔

2۔ طریق ثانی میں جو راوی اس سند کو نقل کرتے ہیں وہ تعدیل و وثاقت میں اس درجہ کے نہیں ہیں، جس درجہ میں طریق اول کے راوی پائے گئے ہیں، لہذا طریق اول ہی راجح قرار پاتا ہے۔

3۔ طریق ثانی کے بعض راوی اسی روایت کو نقل کرتے وقت طریق اول کے راوی کی متابعت کرتے پائے گئے ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ طریق اول ہی راجح اور قوی ہے۔

4۔ امام ابن رجب حنبلی نے فرمایا کہ امام نسائی کے طریق کے بارے میں ترجیح کا قول کیا گیا ہے[50]۔

یہاں اس سند میں ترجیح کو مد نظر رکھتے ہوئے امام حاکم رحمہ اللہ نے امام أبو حاتم کے ساتھ اختلاف فرمایا ہے، اور اس روایت کے دونوں طرق کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن قرائن ترجیح کے ہوتے ہوئے ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ امام أبو حاتم کا قول ہی صحیح ہے[51]، واللہ اعلم۔

اگلی روایت جس میں ائمہ علل کا آپس میں ترجیح کے معاملے میں اختلاف واقع ہوا ہے وہ "جاء رجل من بني سليم يقال : له عمرو بن عبسة إلى المدينة ، ولم يكن رأى النبي ﷺ إلا بمكة فقال : يا رسول الله:" علمني ما أنت به عالم وما أنا به جاهل علمني ما ينفعني ولا يضرني أي صلاة الليل التطوع أفضل" ؟ قال :" نصف الليل فإنها ساعة ينزل فيها الله تعالى إلى سماء الدنيا فيقول: لا أسأل عن عبادي أحداً غيري فيقول :" هل من داع يدعوني فأستجيب له " ، هل من مستغفر فيستغفرني فأغفر له،هل من عان يدعوني فأفك عانه حتى ينفجر الفجر ثم يصعد الرحمن" ہے[52]، جو کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اور جس کے مدارِ سند" يحيى بن سعيد القطان "ہیں۔

"يحيى بن سعيد، عن عبيد الله بن عمر، عن سعيد المقبري، عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبي ﷺ"۔

" يحيى بن سعيد ، عن عبيد الله بن عمر ، عن سعيد المقبري ، عن أبيه ، عن أبي هريرة عن النبي ﷺ "۔

طریق اول کے روایت کرنے والے چار راوی ہیں جن میں " الإمام أحمد حنبل "، " عبد الرحمن بن بشر النيسابوري "، " حفص بن عمرو الربالي "اور" عمر بن شبة"شامل ہیں[53]۔

جب کہ طریق ثانی کو روایت کرنے والے محمد بن أبو بکر المقدمی ہیں[54]۔

ان تمام طرق کے راویوں کے حالات اور مدار سند کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ طریق اول ہی راجح و أصوب ہے کیونکہ:

1۔ طریق اول کے روایت کرنے والے عددی برتری پر ہیں، جب کہ طریق ثانی کے نقل کرنے والا صرف ایک ہی راوی ہے جو اس ثقات کی جماعت کی مخالفت کر رہا ہے۔

2۔ طریق ثانی کے راوی کے ذکر کئے گئے طریق سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ طریق جادۃ کا اتباع کر رہے ہیں کیونکہ سعید المقبری بکثرت أبو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایات کو اپنے والد صاحب سے نقل کرتے ہیں۔ یہاں أبو نعیم طریق ثانی کو ترجیح دیتے ہوئے امام أبو حاتم کی مخالفت کرتے پائے گئے ہیں[55]، تاہم قرائن ترجیح کو دیکھا جائے تو أبو حاتم کا قول ہی صحیح ہے[56]، واللہ أعلم۔

خلاصہ بحث:

اس تمام تفصیل اور تحقیق سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ علم العلل در حقیقت علوم الحدیث کی جملہ مباحث اور أنواع میں سے اہم اور مغلق ترین نوع شمار کی جاتی ہے جس پر ہر کس و ناکس کو بالکل بھی عبور حاصل نہیں ہوتا سوائے ان ائمہ و محدثین کے کہ جنہوں نے اپنی زندگیاں احادیث نبویہ کے حصول اور بحث و تمحیص میں گزار دیں اور مکمل ممارست کے بعد ہی وہ اس علم کی گہرائی پر مطلع ہوتے ہیں، ان کا وسیع تجربہ، احادیث کا گہرا علم ہی انہیں اس بات پر قدرت عطا کرتا ہے کہ وہ کسی حدیث میں علت کے بارے میں گفتگو کر سکیں اور اس پر علت حدیث کا حکم لگا سکیں، بسا اوقات کسی حدیث پر ایسی کسی قسم کی علت کی نشاندہی کرنا ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کہ یہ ائمہ و محدثین اللہ جل شانہ کی طرف سے ودیعت شدہ الہام کے تحت یہ حکم صادر فرما رہے ہیں جیسا کہ اوپر تفصیل سے اس بابت اقوال گزر چکے، تاہم در حقیقت یہ مکمل طور سے الہام بھی نہیں

کہلایا جاسکتا بلکہ دراصل یہ ان کا احادیث کو اوڑھنا بچھونا بنانا ہی انہیں اس بات کی قدرت عطا کرتا ہے کہ وہ کسی روایت کی بو سونگھتے ہی اس کے بارے میں جان لیتے ہیں کہ اس حدیث کا مقام و مرتبہ کیا ہے اور سند میں کس مقام پر جھول واقع ہوا ہے۔ جیسا کہ امام ابو حاتم و أبو زرعہ کے واقعہ میں بالتفصیل گزر چکا۔ یہ ائمہ محدثین دیگر لوگوں سے زیادہ سنت رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ التزام رکھنے والے ہوتے ہیں اور صحابہ کرام کے منہج کے ساتھ مطابقت رکھنے والے ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انہیں میراث میں یہ علوم نبوت عطا کئے جاتے ہیں جو کہ عام لوگوں کی پہنچ سے کوسوں دور ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ میں اس علم کے ماہرین بہت ہی قلیل تعدا د میں ہو گزرے ہیں جنھوں نے اس میدان میں اپنی صلاحیتوں کو استعمال کیا اور صحیح و ضعیف احادیث کو الگ الگ بیان کیا۔

تاہم جہاں کہیں اگر کوئی امام کسی حدیث پر علت کا حکم لگانے میں کسی دوسرے امام یا ائمہ کی مخالفت کرتا ہے تو ایسی صورت میں پھر قواعد و قرائن ترجیح کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جن کو مد نظر رکھ کر کسی بھی روایت کی سند یا متن میں موجود اختلافِ طرق میں سے کسی ایک طریق کو ترجیح دی جاتی ہے اور اس امام کی اصابتِ رائے یا غلطی پر مطلع ہوا جاتا ہے، جیسا کہ اس بحث میں مثالوں سے ان امور کو واضح کر کے بیان کیا گیا۔ یہ حقیقت بھی واضح ہوئی کہ امام أبو حاتم و أبو زرعہ کو اللہ جل شانہ کی طرف سے اس علم کے دقیق مباحث پر خاص ملکہ حاصل تھا اور بجا طور پر وہ علوم الحدیث کی اس مشکل ترین شاخ کے امام مانے جاتے ہیں۔

وصلى الله على النبي المصطفى۔

---

[1]Imām ibn-e-Abī ḥātim, Mūqaddimaḥ ʻlal al-Ḥadīth, 01:10 / KhaṬīb al-Baghdaḍī, Al-Jām' le-Akhlāq al-Rāwī, 02: 257, 294

2Imām ibn a Abī ḥātim, Mūqaddimaḥ Al-Jarḥ al-Taeḍīl, P:356

3Ma'rifat al-'lulūm Al-Ḥadīth, P:140,148 / Al-Jām' le-Akhlāq al-Rāwī,02:294 / Majmū' al-Fatāwā, 13:352,353 / Al-Farūsiyyat, p:235 / Jām' al-'lūm al-Ḥikam, p: 241,242 / Nuzhat al-Naẓar fī tawḍyḤ* nukhbat al-Fikar, p: 43

4Mūqaddimaḥ Al-Jarḥ al-Taeḍīl,P:349,351

5Ma'rifat al-'lulūm Al-Ḥadīth, p:13/ Al-Jām' le-Akhlāq al-Rāwī,02:255,256

6Fatḥ al-Mughīth, 01:273,274

7ʻlal al-Ḥadīth Le-ibn-e-Abī ḥātim,04:29

8ʻlal al-Ḥadīth Le-ibn-e-Abī ḥātim,02:281

9ʻlal al-Ḥadīth Le-ibn-e-Abī ḥātim,04:334

10 ʻlal al-Ḥadīth Le-ibn-e-Abī ḥātim,03:38

11 Sunan Dār QuṬnī, 2:183

12 Sunan al-Kubrā le- al-Nisāʾī, Ḥadīth No. 3237/ ṢaḥyḤ* Ibn-e-Khuzaimat, Ḥadīth No.1967,1968,2005 / Sunan al-Kubrā le-al-Byhaqī, 04:264

13 MuṢannif Ibn-e-Abī Shybat, Ḥadīth No.9323/ Sunan al-Kubrā le- al-Nisāʾī, Ḥadīth No. 3244/ ṢaḥyḤ* Ibn-e-Khuzaimat,03:1972/ Sunan al-Kubrā le-al-Byhaqī, 04:264

14 Sunan al-Kubrā le- al-Nisāʾī, Ḥadīth No. 3238, 3239,3240

15 Al-ʼlal al-Kabīr le-al-Tirmidhī, Ḥadīth No.215/ Sunan al-Kubrā le- al-Nisāʾī, Ḥadīth No. 3241/Al-ʼlal Dār QuṬnī, 11:347

16 ʻlal al-Ḥadīth Le-ibn-e-Abī ḥātim,03:38

17 Sunan Dār QuṬnī, 2:183

18 Al-ʼlal Dār QuṬnī, Mas,lat:2330

19 ʻlal al-Ḥadīth Le-ibn-e-Abī ḥātim,03:38

20 Al-ʼlal al-Kabīr le-al-Tirmidhī, Ḥadīth No.215

21 Ibid

22 Sunan al-Kubrā le- al-Nisāʾī, Ḥadīth No. 3237

23 ṢaḥyḤ* Ibn-e-Khuzaimat, Ḥadīth No.1967,1968,2005

24 ʻlal al-Ḥadīth Le-ibn-e-Abī ḥātim,02:29

25 Ṭibrānī, Al-Muʼjam al-Kabīr, 04:124 / Imām Ḥākim, Al-Mustadrak, 04:289/ Ibn-e-ʼbd al-Ḥaḍī, Sharḥ al-ʼlal, p:269, 272/ Imām Ibn-e-Ḥabbān, ṢaḥyḤ* Ibn-e-Ḥabbān, Ḥadīth No.5597/ Imām Bayhaqī, Shʼb al-ʾīmān, Ḥadīth No. 7279/ Sunan al-Kubrā, 07:309

26 ʻlal al-Ḥadīth Le-ibn-e-Abī ḥātim,02:29

27 Ibn-e-Ḥajar, Taqrīb, Tarjimat No.5684

28 Ibn-e-Ḥajar, Taqrīb, Tarjimat No.3694

29 ṢaḥyḤ* Ibn-e-Khuzaimat, Ḥadīth No.1803 / Sunan al-Kubrā le-al-Byhaqī, 03:243

30 ʻlal al-Ḥadīth Le-ibn-e-Abī ḥātim,02:548

31 ʻlal al-Ḥadīth Le-ibn-e-Abī ḥātim,02:548

32 ʻlal al-Ḥadīth Le-ibn-e-Abī ḥātim,02:222

33 Imām Aḥmad, Musnad Aḥmad, Ḥadīth No. 3241/Abū Dāwḍ, Sunan Abī Dāwḍ, Ḥadīth No.703/ Sunan Ibn-e-Mājat, Ḥadīth No.752/ ṢaḥyḤ* Ibn-e-Khuzaimat, Ḥadīth No.832/ṢaḥyḤ ibn-e-Ḥabbān, Ḥadīth No.2387

34 ʻlal al-Ḥadīth Le-ibn-e-Abī ḥātim,02:579

35 Abū Dāwḍ, Sunan Abī Dāwḍ, Ḥadīth No.703

36 Sharḥ Al-'lal al-Tirmidhī, 02:695

37 Ḥilyat al-Awliyā,, 04:20

38 Abū Dāūd, Sunan Abī Dāūd, Ḥadīth No.3340/Sunan al-Nisā,ī, Ḥadīth No. 2519, 4608/ Ṭibrānī, al-Mu'jam al-Kabīr, Ḥadīth No.13449

39 Al-TḤ*awī,Sharḥ Mushkal Al-Āthār, Ḥadīth No.1252

40 Imām Baghwī, Sharḥ al-Sunnat, Ḥadīth No.2063

41 Sunan al-Kubrā le-al-Byhaqī, 04:170

42 Sunan al-Kubrā le-al-Byhaqī, 06:31

43 Ibn-e-Bukair kay Imām Dār QuṬnī say Sawalāt,p:42

44 Ḥulyat al-Awliyā,, 4:16

45 Sunan al-Kubrā le-al-Byhaqī, 06:31/ Al-*lal Dār QuṬnī, Mas,lat No.1115

46 'lal al-Ḥadīth Le-ibn-e-Abī ḥātim,01:375

47 Ḥulyat al-Awliyā,, 5:138

48 Musnad Imām Aḥmad, Ḥadīth No.23990/Sunan al-Kubrā le- al-Nisā'ī, Ḥadīth No. 5909/ Al-TḤ*awī,Sharḥ Mushkal Al-Āthār, Ḥadīth No.302

49 Sunan le- Dāramī, Ḥadīth No.296/Sunan al-Tirmidhī, Ḥadīth No.2653/Al-TḤ*awī,Sharḥ Mushkal Al-Āthār, Ḥadīth No.303

50 Al-Zil wa al-Inkisār, Al-'zīz al-Jabbār, P:43

51 'lal al-Ḥadīth Le-ibn-e-Abī ḥātim,02:29

52 Ḥulyat al-Awliyā,, 4:265,266

53 Musnad Imām Aḥmad, Ḥadīth No.9595/ Imām Dār QuṬnī,Kitāb al-Nazūl,Ḥadīth No.37

54 Imām Ibn-e-Abī 'āṢim, Kitāb al-Sunnat, Ḥadīth No.498

55 Ḥulyat al-Awliyā,, 04:265,266

56 'lal al-Ḥadīth Le-ibn-e-Abī ḥātim,02:579